تبصرے

تذکرۂ شاہدولہ دریائی گنج بخشؒ مصنف ایم۔ ایس۔ نسیم چودھری

حضرت شاہدولہ ولی کا مزار سرزمین پنجاب کے تاریخی شہر گجرات میں ہے، اور اب تک اس کی شہرت چھوٹے سروں والے انسانی "چوہوں" کی وجہ سے رہی ہے، جو شاہدولہ ولی کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں میں انھیں لے کر بعض لوگ بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ مصنف نے زیر نظر کتاب سابق ناظم اعلیٰ، محکمۂ اوقاف، جناب محمد مسعود سی۔ ایس۔ پی کے نام انتساب کی ہے "جن کی مساعی سے درگاہ شاہدولہ دریائیؒ پر زندہ انسانوں (جن سے گداگری کرائی جاتی تھی) کی نذر سماجی برائی قرار پائی" اور اسے ممنوع کر دیا گیا۔

معلوم نہیں حضرت شاہدولہؒ کی یہ عجیب و غریب کرامت کب سے مشہور کر دی گئی ہے کہ جس کے ہاں بچہ نہ ہو، اگر وہ ان کے مزار پر یہ نذر مانے کہ میں اپنے پہلے بچے کا مزار پر چڑھاوا چڑھاؤں گا، تو اس کے ہاں اولاد ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کا پہلا بچہ چھوٹے سر کا ہوتا ہے، اور وہ اسے لامحالہ مزار پر بطور نذر پیش کرتا ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے سر کے بچے شاہدولہ کے چوہے کہلاتے ہیں۔ اور اب تک درگاہ کے متولیوں کی جائداد سمجھے جاتے تھے، جنھیں وہ بھکاریوں کو ٹھیکے پر دیا کرتے اور وہ ان سے بھیک منگواتے تھے۔

نسیم صاحب نے لکھا ہے کہ اس کرامت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہدولہ نے اپنی زندگی میں محتاج خانہ قائم کر رکھا تھا، جہاں وہ بے سہارا اپاہج بچوں کی غور و پرداخت کرتے تھے۔ بعد والوں نے اس محتاج خانہ کو ذریعہ تجارت بنا لیا۔ اور اس غرض کے لیے حضرت کی طرف اوپر کی کرامت منسوب کر دی۔

بزرگوں کے بارے میں عام طور سے جو حکایات مشہور ہو جاتی ہیں، وہ حضرت شاہدولہ کے متعلق بھی مشہور ہیں۔ مثلاً آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت غوث اعظمؒ کے خلیفۂ اکبر اور عم زاد ہیں۔ اور آپ نے ۵۸۶ سال کی طویل عمر پائی۔ مصنف نے ان حکایات پر محاکمہ کر کے بتایا ہے کہ حضرت

شاہدولہ اکبر کے پچیسویں سن جلوس میں پیدا ہوئے، اور اورنگ زیب کے عہد میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ نے رفاہِ عامہ کے کاموں کی وجہ سے بڑی شہرت پائی۔ بہت سی کتابوں میں آپ کے پُل، تالاب، کنوئیں اور مسجدیں وغیرہ بنانے کا ذکر ہے۔ چنانچہ غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیا میں آپ کے بارے میں لکھا ہے: "وعمارات عالی از قسم چاہ، سرائے، پل، مسجد تعمیر فرمودند چنانچہ عمارات وے در گجرات سیالکوٹ وغیرہ تا حال یادگار وے باقی اند" (ج ۲، ص ۱۰۳)

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے 'کرامت نامہ شاہدولہ دریائی گنج بخش' کا اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ یہ کرامت نامہ اصل میں فارسی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کے ایک مرید مشتاق رائے کی، جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا، تصنیف ہے۔ اس کا اردو ترجمہ فقیر بخش شاہ ولد پیر بہاول شاہ اولاد حضرت شاہدولہ دریائی نے بزبان اردو ۱۲۰۹ھ میں کیا۔ اصل فارسی کرامت نامہ کے کئی نسخے مختلف حضرات کے پاس ہیں، جن کا مصنف نے ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں ایک نسخہ خود مشتاق رائے کے ہاتھ کا لکھا ہوا گجرات کے ایک صاحب کے پاس تھا، جو انھوں نے فروخت کر دیا۔

مصنف نے اس کرامت نامہ کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کرامت نامہ کے نہ فارسی نسخے میں اور نہ اس کے ۱۲۰۹ھ کے اردو ترجمے میں کہیں حضرت شاہدولہ کو سید بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ بعد میں پیرزادوں نے انھیں سید قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان کا حضرت غوث اعظم کا عم زاد ہونا بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ مصنف لکھتے ہیں: کرامت نامہ میں حضرت شاہدولہ کی بہت سی کرامتیں مذکور ہیں لیکن "اس میں کہیں شاہدولہ کے چوہوں کا ذکر نہیں ملتا۔ اس سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ کوئی حضرت کی کرامت نہ تھی۔"

اس میں شک نہیں کہ تاریخوں اور تذکروں میں شاہدولہ کے مستند حالات نہیں ملتے اور مصنف نے جو کچھ اس کتاب میں پیش کیا ہے، اس کے لیے انھیں بڑی محنت کرنی پڑی۔ لیکن کتاب بڑی روا روی میں مرتب کی گئی ہے، اور اس کے مضامین کی ترتیب جیسی ہونی چاہیے تھی، ویسی نہیں۔ موضوع بڑا اچھا تھا۔ اگر مصنف کوشش کرتے تو اسی مواد سے اس سے بہتر کتاب لکھ سکتے تھے۔ بہرحال یہ ان کی اولیں کوشش ہے، اس لحاظ سے قابلِ تعریف ہے۔

طباعت و کتابت عمدہ۔ ضخامت ۲۵۴ صفحات، قیمت ساڑھے سات روپے۔ ناشر سندھ ساگر اکادمی، چوک مینار انار کلی۔ لاہور۔